تنقید و تبصرہ:

ناشر: بزم اقبال، نرسنگھ داس گارڈن۔ ۲، کلب روڈ، لاہور۔ صفحات ۵۵، قیمت ایک روپیہ چار آنے

مکاتیب اقبالؒ: پیش لفظ از عزت مآب ایس۔ اے۔ رحمان، چیف جسٹس، ہائی کورٹ، لاہور۔

علامہ اقبالؒ کے خطوط کا یہ مجموعہ اگرچہ مختصر ہے پھر بھی ان کی زندگی اور فکر کے کئی گوشوں کو اجاگر کرتا ہے۔ اور ۱۹۱۶ء سے لے کر جب اسرار خودی کی اشاعت کے بعد ایک ہنگامہ برپا تھا وسط ۱۹۲۶ء تک مختلف تحریکوں کے متعلق اقبالؒ کے نقطۂ نگاہ کی جھلک بھی اس میں ملتی ہے۔ خان محمد نیاز الدین خاں مرحوم جالندھر کے رہنے والے تھے اور مولانا گرامی سے راہ و رسم رکھتے تھے۔ شعر بھی کہتے تھے اور مختلف خطوں میں علامہ اقبالؒ نے ان کی شاعری کی داد بھی دی ہے۔ ابتدائی خطوں میں وحدتِ وجودی تصوّف کے متعلق اقبالؒ نے بہت صاف لفظوں میں تنقید کی ہے اور اسے قرآن کی تعلیم کے منافی قرار دیا ہے۔ ۱۱۔ ستمبر ۱۹۱۶ء کے خط میں انھوں نے امام غزالی اور جرمن فلسفی (LOTZE) کا موازنہ کیا ہے۔ مؤخر الذکر بقول اقبالؒ وحدت شہود اور وحدتِ وجود دونوں کی طرف میلان رکھتا تھا۔ لیکن اقبال کے نزدیک یہ دونوں نظریئے مذہب کی بنیادی روح کے خلاف ہیں۔ ایک جگہ وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ وحدتِ وجود میں ایک صداقت ضرور ہے اور وہ یہ کہ انسان باوجود انتہائی مجبوری کے بے نہایت ہے اور اسی بنیاد پر ان کا تمام فلسفہ خودی مبنی ہے۔ عجمی تصوّف کے متعلق ان خیالات کا اظہار انھوں نے جنوری ۱۹۱۶ء کے ایک خط میں بھی کیا ہے۔

اس مجموعے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے مختلف اوقات میں کچھ مضمون لکھے تھے۔ مثلاً ۱۳۔ فروری ۱۹۱۶ء کے خط میں فرماتے ہیں کہ انھوں نے تاریخ تصوّف کے دو باب لکھ لئے ہیں۔ ۸۔ جولائی ۱۹۱۶ء کے خط میں دو مضمونوں کی طرف اشارہ ہے جو شاید اخبار وکیل میں شائع ہوئے تھے۔ اسی طرح ۳۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کے خط میں ایک مضمون کا ذکر ہے جو اخبار زمیندار میں چھپا تھا۔ اگر بزم اقبال تمام مضامین کو مہیا کر کے چھاپنے کا اہتمام کرے تو اقبالیات کے ذخیرہ میں قابلِ قدر اضافہ ہوگا۔

ناشر: بزم اقبالؒ۔ ۲، کلب روڈ، لاہور۔ صفحات ۱۶۔ قیمت: ایک روپیہ۔

کتابیاتِ اقبالؒ (انگریزی) اس رسالے میں اقبال مرحوم کی تمام کتابوں اور متعدد مضامین کی فہرست موجود ہے۔ اس کے علاوہ اقبالؒ کے متعلق جو کتابیں یا مضمون انگریزی میں لکھے گئے ہیں ان کو بھی ترتیب وار جمع کیا گیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے اور یقیناً اقبالؒ پر کام کرنے والوں کے لئے مفید ثابت ہوگی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے یہ ضروری ہے کہ اردو مضامین اور کتب بھی اسی طرح مرتب کئے جائیں اور امید ہے کہ مؤلفین اس کی طرف بھی توجہ کریں گے۔ صرف سولہ صفحے کے رسالہ کی قیمت ایک روپیہ بہت زیادہ ہے۔

مصنفہ علامہ امیر شکیب ارسلان۔ ناشر: کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی۔ صفحات ۱۶۸، قیمت

اسبابِ زوالِ اُمّت ڈیڑھ روپیہ۔ یہ کتاب امیر شکیب ارسلان کے اس مضمون کا ترجمہ ہے جو انھوں نے ایک انڈونیشی مسلمان کے سوال کے جواب میں مصری جریدہ المنار میں شائع کیا تھا۔ بیسوی صدی کے آغاز سے اور خاص کر پہلی جنگِ عظیم کے خاتمہ پر جب

عثمانی سلطنت شکست کھا کر ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ مسلمانوں کے دل و دماغ پر اپنے سیاسی زوال سے یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ اگر مناسب مداوا نہ کیا گیا تو ملت اسلامیہ کا احیاء تقریباً ناممکن ہو جائیگا۔ خوش قسمتی سے عین اس تاریک ترین دَور میں چند ایسی عظیم الشان ہستیاں منصۂ شہود پر آئیں جن کی نگاہِ باریک بین نے فوراً اس زوال کے بنیادی عوامل و محرکات کا تجزیہ کر کے مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا اور اس طرح ملتِ اسلامی کی احیاء کا راستہ ہموار کرنے میں مدد دی۔

کتاب زیرِ بحث کا موضوع اسی عبوری دَور میں پیدا شدہ سوالات کا جواب ہے۔ اگرچہ موجودہ دَور میں ملتِ اسلامیہ اس سلسلے میں جدوجہد سے بہت حد تک کامیابی کے ساتھ گزر چکی ہے اور ایک نئے پُر اُمید ایجابی دَور میں داخل ہو رہی ہے تاہم اس موضوع کی افادیت سے انکار نہیں کیونکہ مستقبل کے ایجابی پروگرام کی کامیابی کا بہت کچھ انحصار اس بات پر ہے کہ ہم کس طرح ان عوامل اور محرکات کو دبانے میں کامیاب ہوتے ہیں جو ہمارے زوال کا باعث ہوئے تھے۔

ان عوامل میں سے ایک چیز مسلمانوں کے طبقۂ علماء کی قدامت پرستی اور صوفیانہ آخرت پسندی ہے۔ امیر موصوف نے وضاحت سے یہ چیز بیان کی ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے کامیابی کے ساتھ دین و دُنیا کو یکجا کر کے ایک نظریۂ حیات پیش کیا۔ لیکن زاہدوں اور درویشوں کے مختلف گروہوں نے تقدیر و توکّل کو غلط مفہوم پہنا کر قوم کی ترقی پذیرانہ صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیا۔

اس قدامت پرستی کی سب سے بڑی وجہ بدقسمتی سے مسلمان فقیہوں کی مقلدانہ روش تھی جس نے اجتہاد کا دروازہ ملت پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ اگر اسلام ایک مستقل نظامِ حیات ہے اور ہر دَور میں ملت اسلامی کی رہبری کر سکتا ہے تو لازماً ہر دَور کے تقاضوں کے مطابق قانون میں مناسب ترمیم ضروری ہے۔ اور اسی ترمیم اور اجتہاد کی راہ میں یہ قدامت پرستی ہمیشہ حائل رہی۔ چنانچہ موجودہ دَور میں ہر وہ اسلامی ملک جو تعمیری دَور میں سے گزر رہا ہے یہ کمی بُری طرح محسوس کر رہا ہے۔

دُوسری چیز جس کی طرف امیر موصوف نے توجہ دلائی ہے وہ ملحدانہ تجدد پسندی ہے۔ اگر قدامت پرستی اور مقلدانہ روش اپنی جگہ مسلمانوں کی راہ میں سنگِ گراں ہے تو دُوسری طرف اسلامی اُصولوں سے انحراف بھی ویسا ہی نقصان دہ ہے۔ اسلام کا ایک خاص مزاج ہے جس کی بنیاد پر ایک خصوصی تہذیب قائم ہوئی۔ اس لئے ملتِ اسلامی کا احیاء انہی بنیادی نقوش کی روشنی میں ہونا چاہیئے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہم زمانے کے تقاضوں کو سمجھیں اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنی خصوصی روایات، اپنے تمدّن اور اپنے رسم و رواج کو کلیتہً خیرباد کہہ دیں۔ صحیح راستہ اعتدال کا طریقہ ہے جس میں قدامت پرستی اور ملحدانہ تجدد پرستی دونوں سے گریز ہو اور اسی کی طرف امیر شکیب ارسلان نے مسلمانوں کے خواص و عوام کو مدعو کیا ہے۔

(ب، ا)